مولانا حکیم عبد الخبیر جعفری صادق پوری

مولانا حکیم عبد الخبیر جعفری صادق پوری (1300ھ / 1833ء– 1393ھ / 1973ء) اپنے عہد کے بالغ النظر عالم ور ہنما تھے۔ ان کے خاندان نے تحریکِ آزادی کے لیے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ ان کے دادا مولانا احمد اللہ اور نانا مولانا عبد الرحیم کو انگریزوں نے کالے پانی کی سزا دی تھی۔ مولانا عبد الخبیر دینی و دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ ان کا شمار ہندوستان کے اہم ترین مسلم زعما میں ہوتا ہے۔ "اسلام اور ہم" ان کا تحریر کردہ ایک فکر انگیز کتابچہ ہے جو "مدرسہ اصلاح المسلمین" پٹنہ سے 1355ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر "الواقعۃ" میں اس کی اشاعت کی جارہی ہے۔ فاضل مولف نے بیشتر مقامات پر آیاتِ قرآنی کے ترجمے نہیں کیے تھے، بین القوسین اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، نیز آیات کی تخریج بھی کر دی گئی ہے۔ (ادارہ الواقعۃ)

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلّی اللّٰہ علیہ و اٰلہ و اصحابہ وسلم ۔ اما بعد ! بندہ ناچیز اللہ تعالیٰ سے داعی ہے کہ اپنے کلام پاک کا صحیح منشاء ہم لوگوں کو سمجھا دے اور دنیا سے آخرت تک کہ ہر معاملہ میں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

مذہب کی ضرورت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے گئے ہوئے چھ سو برس بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ ان کی امت میں منشاء خداوندی کو سمجھنے والا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والا کوئی بھی باقی نہ رہا جیسا کہ سلمان فارسی کی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی تاریکی محض کا نتیجہ تھا کہ جناب محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور پھر منشاء خداوندی کے سمجھنے کی صورت اور صراط مستقیم پر چلنے کا ذریعہ پیدا ہوا۔ یہ حقیر ناچیز جب اس واقعہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو دل میں نہایت خوف کا مضمون پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہادی اور رہنما کے گزر جانے کے بعد اس امت کے عقائد و اعمال اور اخلاقی کیفیت کس قدر گر جاتی ہے، کہ اُس ہادی اور رہنما کے بتائے ہوئے اعتقادات، اعمال اور اخلاق سے وہ کوسوں دور ہو جاتی ہے، بلکہ اُسے ان چیزوں سے کچھ واسطہ باقی نہیں رہتا۔

مذاہب اور ہم

یہی دنیا کا حال ہے اور جب دنیا کا ایسا ہی حال رہا ہے تو آج جب کہ جناب ﷺ کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، اہل بصیرت محسوس کر سکتے ہیں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کے اعتقادات، اعمال اور اخلاق کا حال کیا ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کے لیے صرف ایک بات کا حتمی وعدہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ) (الحجر:9) (**بیشک ہم نے اس ذکر (یعنی قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔**) قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا اور اس کا اقرار دوست و دشمن سب کو ہے کہ تمام دنیا میں قرآن مجید کے نسخے یکساں ہیں اور قرآن وہی ہے جو ﷺ کے زمانے میں تھا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کے اقوال و افعال جس وضاحت کے ساتھ قلمبند کیے ہوئے دنیا میں موجود ہیں ویسے کسی پیغمبر کے حالات منضبط نہیں ہیں۔ یہ بھی مسلمانوں کے لیے بڑی نعمت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات کا خوف ہنوز قائم ہے، وہ یہ کہ آیا ہر مسلمان کلام اللہ کے صحیح منشاء اور سنن رسول صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کو سمجھے گا اور اس پر وہ عمل بھی کرے گا؟ چونکہ ایسا وعدہ نہیں ہے اس لیے سخت سے سخت کوشش اور محنت کی ضرورت رہتی ہے کہ منشاء خداوندی سمجھ میں آئے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا کرے۔

ہماری کمزوریاں

ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ کسی چیز کی حلت یا حرمت اور کسی چیز کی بھلائی یا برائی دو شخص یا دو فریق کی طرف سے پیش ہوتی ہے تو دونوں جانب سے قرآن مجید کی آیتیں پیش ہونا شروع ہوتی ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک ہی چیز کی حلت و حرمت دونوں ہی باتیں قرآن مجید سے نہیں نکل سکتیں، حلال حلال ہے اور حرام حرام ہے۔ یہ ممکن نہیں، کہ قرآن مجید ایک ہی چیز کو حلال بھی بتائے اور حرام بھی۔ اسی طرح سے کوئی ایک اعتقاد، کوئی ایک عمل، کوئی ایک اخلاق قرآن مجید کی روح سے بھلا بھی ہو اور برا بھی ناممکن محض ہے۔ صرف ایک واقعہ قابل عبرت پیش ہوتا ہے ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ ایک صوبہ کی مجلس قانون ساز میں کوئی مسئلہ پیش تھا، جس میں مسلم، غیر مسلم ارکان نہیں بلکہ انتہائی بدقسمتی سے خود مسلم ارکان ہی باہم نبرد آزما ہو گئے۔ ایک گروہ اس کو شرع کے مطابق کہہ رہا تھا اور دوسرا اس کو شرع کے خلاف بتا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک ہندو ممبر نے کہا کہ مہربانی کر کے آپ لوگ اپنی بات کے لیے قرآن مجید سے دلیل نہ دیں بلکہ جو کچھ عقلی دلیلیں آپ کے پاس ہوں اُن کو پیش کریں یوں تو ایسے واقعات بے شمار ہیں لیکن کیا مجلس قانون ساز کا مذکورہ بالا واقعہ مسلمانوں کی عبرت کے لیے کافی نہیں ہے؟ اس حقیر کے نزدیک صرف یہ ایک ہی مثال نہایت سخت تازیانۂ عبرت ہے اور مسلمانوں کو حیا و شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے۔

اسلام دنیا و دین دونوں کو حاوی ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے لیے دعا کرنے کی تعلیم یوں دی ہے کہ ہم (رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً) (البقرۃ: 201) (**اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خیر عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر عطا کر۔**) کہا کریں اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم نے "لا رھبانیۃ فی الاسلام" (1) فرما کر بتا دیا کہ دین دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی

Mujallah Al-Waqia Karachi ::: Al-Waqia.Blogspot.Com ::: Al-Waqia Magzine.Wordpress.Com ::: الواقعۃ کراچی

اور برائی بتاتا ہے۔ ایک کو اختیار کرنا اور ایک کو چھوڑ دینا اسلام کی تعلیم نہیں ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت (لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ) (الانعام: 59) (**نہ کچھ تر اور نہ کچھ خشک ہے مگر وہ کتاب مبین میں مندرج ہے۔**) کا ایک نہایت مختصر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے خواہ دنیاوی ہو یا اُخروی کوئی نفع کی بات ہو یا نقصان کی سب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی باتیں ہیں وہ اس آیت کے مطلب کے منشاء کے مطابق نہیں ہیں، لوگوں نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے یا بولا کرتے ہیں وہ یا تو صرف موشگافیاں ہیں یا گمراہیاں ہیں۔

ایک اہم سبق

اب اس آیت کے مضمون کو مد نظر رکھا جائے کہ انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں جو کچھ نفع اور نقصان کی باتیں ہیں سب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کر دیا ہے تو ایک کھلا نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا من حیث جماعت کسی ایک چیز کو چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے اعتقادات اعمال اور اخلاق من حیث جماعت قرآن کے مطابق نہیں رہے اور اگر اس سے بالکلیہ اعراض نہیں تو بہت کافی حد تک انحراف ہو چکا ہے۔

قرآن کی افادی حیثیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ) (یونس:57) (**اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت، سینوں کے لیے شفا اور اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔**) اور فرماتا ہے (نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا) (بنی اسرائیل: 82) (**ہم قرآن میں سے جو اتارتے ہیں وہ ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے یہ ان کے خسارے میں ہی اضافہ کرتی ہے۔**) پھر ارشاد ہوتا ہے: (قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا هُدًى وَّ شِفَاءٌ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُوْلَئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ) (فصلت:44) (**کہہ دیجئے! یہ ان لوگوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے جو اس پر ایمان لائے، رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لا رہے ہیں تو ان کے کانوں میں بہرا پن ہے اور ان پر حجاب ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے پکارا جائے گا۔**) ان آیات میں ہم قارئین کرام کی توجہ صرف لفظ شفاء کی طرف مبذول کراتے ہیں شفاء ایک ایسا لفظ استعمال ہوا ہے جو بہت ہی قابلِ غور ہے اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ مومنوں کے لیے اس میں شفاء ہے یعنی یہ مرض سے نکال کر صحت کی طرف لے جانے والی چیز ہے۔ اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ صحت اور مرض، حیات اور موت یہ ایسی اصطلاحیں ہیں، جو قرآن مجید میں اکثر استعمال ہوئی ہیں سیاسی دنیا میں بھی ان کا استعمال عام ہے۔ یہاں تک کہ غیر مذہبی اور غیر سیاسی رنگ کی بول چال میں بھی یہ مستعمل ہیں اور طبی دنیا کی تو یہ خاص اصطلاحات ہیں پھر ہر قسم کی صحت اور مرض حیات اور موت کے متعلق شخصی اور اجتماعی دونوں شکلیں پیدا ہو سکتیں ہیں ایک شخص واحد کبھی صحیح ہے کبھی مریض کبھی زندہ ہے کبھی مردہ۔ بجنسہ اسی طرح پر قوم یا جماعت کبھی حالت صحت میں ہے، کبھی حالت مرض میں کبھی زندہ رہتی ہے کبھی مردہ ہو جاتی ہے اب آپ لوگ غور کریں کہ قرآن مجید میں شفاء کا لفظ جو استعمال ہوا ہے اس کے متعلق مفسرین کس طرف گئے ہیں۔ زیادہ طوالت کی طرف تو نہیں جانا چاہیئے، لیکن مفسرین کے بیانات کا خلاصہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ امراض قلب و امراض روحانی یہاں تک کہ اخلاق کو بھی اس کے اندر داخل کر دیا گیا ہے۔ اب پھر خلاصہ یہی نکلا کہ اعتقادات اعمال اور اخلاق سب چیزوں کے امراض کی شفاء مفسرین قرآن مجید کے ذریعے سے سمجھتے ہیں تو کیا ہم لوگوں کو اعتقادات اعمال اور اخلاق کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیں محسوس ہو سکے کہ امت محمدی اس وقت صحت کی حالت میں ہے، یا مرض کی حالت میں اور مدعیان اسلام حیات کی حالت میں ہیں یا موت کی حالت میں اور اگر صحیح یا زندہ ہیں تو کس جگہ کے مسلمان اور اگر بیمار یا مردہ ہیں تو کہاں کے مسلمان؟ حاصل کلام یہ ہے کہ جس حالت کو اللہ تعالیٰ صحت قرار دے وہی صحت ہے اور جس حالت کو اللہ تعالیٰ مرض بتا رہے ہیں وہی مرض ہے باقی اپنے اپنے خیالات کہ ہم صحیح اور زندہ ہیں، اس سے نہ ہم صحیح قرار پا سکتے ہیں اور نہ زندہ قرار دیے جا سکتے ہیں اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔

ایک مثال

جس طرح پر منطقی دلیل سے ایک انڈہ دو نہیں قرار پا سکتا یعنی فی الحقیقت ایک انڈہ دو نہیں ہو سکتا جیسا کہ دہلی سے علم حاصل کرنے والے ایک روایتی عالم کا حال ہوا کہ منطق کے زور پر دو انڈوں کو تین تو ثابت کیا لیکن جب ان کے بوڑھے باپ نے ناراض ہو کر ایک انڈہ کھا لیا اور دوسرا اپنے ایک غیر عالم بیٹے کے ہاتھ میں دے دیا، اور اپنے عالم بیٹے سے کہا کہ تیسرے انڈے کا وجود جسے تم نے منطق سے ثابت کیا ہے وہ تم کھا جاؤ اس وقت ان کے منطق کا سارا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انڈہ تو ان کے باوا جان نے کھایا اور دوسرا ان کے دیہاتی بھائی نے کھایا، اور تیسرے کا وجود تو محض منطقی تھا، کچھ حقیقت تو تھی ہی نہیں اس لیے وہ عالم صاحب منہ تکتے رہ گئے۔

Mujallah AlWaqia Karachi :::Al-Waqia.Blogspot.com:::AlWaqiaMagzine.WordPress.Com ::: مجلہ الواقعہ کراچی

مولانا حکیم عبد الخبیر جعفری صادق پوری

کیا ہماری خود فریبی کار گزار ہو سکتی ہے

اب پھر ہم لوگوں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ منطق کے زور پر ثابت کیا ہوا ایمان یا صحیح ثابت کیا ہوا اعتقاد اور اسی طرح پر منطقی زور سے صحیح ثابت کیے ہوئے اعمال اور اخلاق ہم لوگوں کو واقعی صحیح و تندرست رکھ سکتے ہیں، صحت کے جو بہتر نتائج ہوتے ہیں، وہ ہم لوگوں کو مل سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر قرآن مجید کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، کہ صحت اور مرض کی کیا علامتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، تاکہ ان علامتوں کے ذریعہ ہم اپنے حالات کو جانچیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (**وَ كَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ**) (الروم:47) (**اور ہم پر مومنین کی مدد لازم ہے۔**) اس آیت کے تحت میں جناب والد ماجد حکیم مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم مغفور (اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول کرے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرے) فرماتے ہیں "ایسے لوگوں کے متعلق کہ جن کا زمانہ ہندوستان میں ان کے معتقدوں کے نزدیک (اور ہم بھی اس میں شامل ہیں) خیر القرون سمجھا جاتا ہے ان کا ایمان بھی ہر طرح درست نہ تھا نہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جھوٹ ہو جاتا اور نعوذ باللہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔" ..... یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا تو ایمان ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اتنا ناقص کہ نصر المومنین کا وعدہ پورا نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ اس وقت کی حالت ہم لوگوں کی حالت سے زیادہ بہتر تھی، پھر بھی ان کی صحت کا معیار اللہ تعالیٰ کی نظر میں ویسا نہ تھا جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کے استحقاق کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ پھر (**إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ**) (الرعد: ۱۱) (**بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ خود کو نہ بدل لیں۔**) کے تحت میں جناب والد مرحوم ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اقبال دے رکھا ہے تو وہ بھی کسی خوبی کے سبب سے ہے جو ان میں ہے پھر اس قوم کی طرف سے اقبال کی شان جب ہی بدلے گی کہ وہ قوم اپنی اچھی چال بدل کر بری چال کر ڈالے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس قوم کے اقبال کو چھین کر اس پر ادبار ڈال دے گا اور اسی طرح جس قوم پر اللہ تعالیٰ نے ادبار ڈالا ہے اس کی بدچالی کے سبب سے ڈالا ہے۔ پھر وہ کتنا ہی زور مارے کہ ہماری بد اقبالی دور ہو کر ہم لوگوں میں اقبال آئے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی بد اقبالی کو دور ہونے نہ دے گا اور ان پر اقبال کا وقت ہرگز نہ آنے دے گا جب تک کہ جس برائی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بد اقبالی ڈالی ہے برائی سے دور نہ ہو لے۔" ان دونوں آیتوں کے تحت میں جو مضمون حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے، اس وسعت کو ذرا آپ لوگ غور کریں اور اپنے منہ سے میاں مٹھو بننے کے خیال سے باز آجائیں اور ہم چنیں دیگرے نیست کے خیال کو دل سے نکال دیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شعر کے مطلب کو اچھے طور پر سمجھیں۔

سنبھلو و گرنہ رہنا یہاں اس طرح پڑے گا؟

بھیل اور کونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

افسوسناک صورت حال

حالات کا تغیر قوم کو مریض ثابت کر رہا ہے، اور منطق والے منطق کے زور پر اس کی صحت ثابت کر رہے ہیں کیا یہ علامتیں ہم لوگوں کی صحت حاصل کرنے کی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ان کوششوں کی طرف متوجہ کر کہ جس کا نتیجہ صحت کا حصول ہے، ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ انسان کے حق میں ہے ضرور ہی مفید ہے، اور وہ تمام چیزیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو روکا ہے وہ سب کی سب ہم لوگوں کے لیے مضر، ہم لوگوں کی صحت کو خراب کرنے والی اور ہم لوگوں کے اعمال اور اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں۔ جب ایسا ہے تو جو لوگ جس قدر اوامر و نواہی کی طرف متوجہ ہوں گے وہ اس کے نفع اور نقصان کے بھی مستحق ہوں گے مثلاً اللہ تعالیٰ نے سور کے گوشت سے روکا ہے اور شراب سے اجتناب کرنے کو فرمایا ہے اور جو اشخاص یا جو قومیں سور دے بچتی اور شراب سے پرہیز کرتی ہیں وہ اس کا فائدہ ضرور پائیں گی اور جو لوگ اس سے پرہیز نہیں کرتے ہیں وہ اس کا نقصان ضرور اٹھائیں گی اس میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں ہے، اسی طرح پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اجتماعی زندگی بسر کرو تو جو قوم اجتماعی زندگی بسر کرے گی وہ اس کا فائدہ اٹھائے گی اور جو قوم اجتماعی زندگی بسر نہیں کرے گی اس کو نقصان میں پڑنا ضروریات میں سے ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (**لَا تَفَرَّقُوْا**) تو جو قوم اُس پر عمل کرے گی وہ اس کا دنیاوی فائدہ کیوں نہ اٹھائے گی؟ اور کیا ہم چنیں دیگر نیست سمجھنے والے اور تفرق کی زندگی بسر کرنے والے کسی مجتمع رہنے والی قوم کو اس فائدے سے روک سکتے ہیں جو اس کے اجتماع کی وجہ سے پہنچتا ہے؟

سعادت دارین کا سرچشمہ

کلام اللہ ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں ہر چیز کا نفع اور نقصان، انفرادی اور اجتماعی، دینوی اور اخروی سب چیزیں نہایت واضح طریقے پر بیان کی گئی ہیں۔ اس میں نہایت اچھے طریقے پر کھول کھول کر بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تابعداروں کی جماعت اخروی آرام اور چین تو حاصل کرے ہی گی، لیکن اس کے لیے دنیا میں بھی حیات طیبہ کا وعدہ ہے اور جس قوم کی دنیا حیات طیبہ کے ساتھ نہیں گزر رہی ہے اس کو نہایت غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تابعدار باقی ہے یا نہیں جن معاملات کو کھلے کھلے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سزا قرار دیا ہے ان کو ابتلا قرار دے کر آخرت کی بھلائی کی امیدیں لگانا یہ محض شیطان کا دھوکا ہے۔

Mujallah AlWaqia Karachi:::AlWaqia.Blogspot.Com:::AlWaqia Magzine.Wordpress.Com:::مجلہ الواقعہ کراچی

Mujallah AlWaqia Karachi :::Al-Waqia.Blogspot.Com:::AlWaqiaMagazine.WordPress.Com:::مجلہ الواقعۃ کراچی

وراثت فی الارض کا مسئلہ

چند باتیں ایسی قرآن مجید سے پیش کی جاتی ہیں کہ جس کا تعلق محض دنیا سے ہے خصوصاً وراثت فی الارض کا معاملہ، اللہ تعالیٰ کا مقصد وراثت فی الارض سے کیا ہے؟

1) وہ ارض الدنیا ہے یا ارض مابعد الدنیا؟ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَ نُرِيْدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ) (القصص:5) (**اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور رکھے گئے تھے، ان کو پیشوا بنائیں اور ان کو وراثت بخشیں۔**) یہاں پر اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کا ذکر کر رہا جو فرعون کے غلام تھے یعنی ان کے محکوم تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین میں جو قوم کمزور تھی ان کو ہم نے ائمہ بنایا یعنی صاحبِ حکومت بنایا، اور ان کو ہم نے وارث بنایا اور اس کی بعد کی آیت میں تمکین فی الارض کا وعدہ کیا یہ وراثت اور تمکین فی الارض یہ اسی ارض الدنیا کے لیے تھی، یا آخرت کے لیے؟ قابلِ غور چیز ہے۔

(2) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَ أَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ وَ أَرْضاً لَّمْ تَطَؤُوهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْراً) (الاحزاب:27) (**اور ان کی زمین، ان کے دیار اور ان کے اموال کا وارث تمہیں بنایا، اس کے علاوہ اور بھی زمین ہے جہاں تک تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔**) اس میں اللہ تعالیٰ جنگ احزاب کے بعد مسلمانوں کا حال بیان کرتا ہے کہ ہم نے تم کو یعنی مسلمانوں کو کفار کی زمین، ان کے گھر اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور ایسی زمین کا بھی کہ جہاں تم لوگ ابھی نہیں پہنچے ہو، یعنی کچھ زمین کے وارث بن چکے اور کچھ زمین کی وراثت کا وعدہ ہوا، قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں جس ارض، دیار اور اموال کی وراثت کا ذکر ہے وہ اسی دنیا میں ہے، یا مابعد الدنیا؟

(3) پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (كَذَٰلِكَ وَ أَوْرَثْنَاهَا قَوْماً آخَرِيْنَ) (الدخان: 28) (**اسی طرح ہم نے ان کا وارث دوسری قوم کو بنایا۔**) اوپر سے اللہ تعالیٰ نے جنت اور زروع اور مقام کریم کا ذکر کیا ہے، جو فرعون کی قوم کے ہاتھ میں تھے، اس کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا وارث دوسری قوم کو بنایا یعنی جنت اور زروع اور مقام کریم جو فرعون کے قبضہ میں تھے اس کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا، یہ سب چیزیں اسی ارض الدنیا کی تھیں یا ارض مابعد الدنیا کی تھیں، قابل غور بات ہے؟

(4) (أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوْبِهِمْ وَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ) (الاعراف: 100) (**کیا انہیں سبق نہیں ملا جو اگلے باشندوں کے بعد زمین کے وارث بنے ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں آپکڑیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادیں تو وہ سننے سے رہ جائیں۔**) یہاں پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ایک بد چلن قوم کو تباہ کرنے کے بعد اس بد چلن قوم کی زمین کی وراثت جس قوم کو ہم نے دی ہے تو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتی کہ اس وقت زمین کی وراثت حاصل ہونے کے بعد ان کی بد چلنی کی وجہ سے یہ بھی زمین کی وراثت سے محروم ہونگے، یہاں پر اللہ تعالیٰ جس وراثت ارض کا حاصل ہونا اور بد چلنی کی وجہ سے چھن جانے کا ڈراوا دے رہا ہے، کیا وہ ارض الدنیا ہے یا ارض الآخرہ؟

(5) پھر اسی سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ) (الاعراف:129) (**اس نے کہا: توقع ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور تمہیں زمین کی خلافت دے گا کہ دیکھے کہ تم کیا کرتے ہو؟**) یہاں پر موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل جو اپنی مصیبتوں سے گھبرائی ہوئی تھی، اور فرعون کے ظلم سے پریشان تھی اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کو تسکین دے رہا ہے کہ تمہارے دشمن یعنی فرعون کی قوم تباہ ہو جائے گی اور زمین کی خلافت تم کو ملے گی پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ تم لوگ اس خلافت ارضی یعنی زمین کی حکومت کو کس طرح چلاتے ہو قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ خلافت ارضی سے مطلب یہاں پر اسی ارض الدنیا کی حکومت ہے کوئی اور چیز اور پھر اس کے چلانے کی صلاحیت کی جانچ کا معاملہ وہ اسی دار العمل کا معاملہ ہے یا دار الجزا کا؟

(6) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ) (یونس:14) (**پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین کی خلافت دی تا کہ دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو؟۔**) یہاں پر اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کی جماعت کو فرماتا ہے کہ نافرمان بندوں کی زمین کا خلیفہ ہم نے تم کو بنایا۔ اس واسطے کہ تم خلافت فی الارض کس طرح چلا سکتے ہو۔ یہ ایک کھلی بات ہے کہ نالائق قوم کی حکومت کو مٹا کر ایک لائق قوم کے ہاتھ میں حکومت کے عطیے کا ذکر ہے اور اسی کے ساتھ اس بات کو بھی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ وہ خلافت فی الارض کو چلانے کو بھی دیکھتا رہے گا۔ جب تک تمہارے اندر اس کی لیاقت باقی رہے گی اسی وقت تک تم خلیفۃ الارض یعنی حکومت کے مستحق ہو گے جس وقت یہ لیاقت ختم ہوئی اسی وقت سے محروم کر دیے جاؤ گے۔ پھر قارئین کرام توجہ کریں کہ اس آیت میں جو خلافت فی الارض کا ذکر ہے یعنی حکومت کا وہ اسی ارض الدنیا کا معاملہ ہے یا کوئی اور؟

چند روشن حقیقتیں

میرے بزر گو! دوستو! عزیزو! ان چھ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو پھر نمبروار آپ لوگ ذہن نشین کر لیں نمبر ایک میں امامت اور تمکین فی الارض کا جو معاملہ پیش ہوا ہے وہ کہاں کا ہے ؟اور نمبر دو میں ارض، دیار اور اموال کی وراثت کا معاملہ جو پیش ہوا ہے وہ کہاں کا ہے ؟اور نمبر تین میں جس جنت اور مقام کریم کا ذکر آیا ہے وہ کوئی حقیقت ہے یا خیالی باتیں ہیں، اگر حقیقت ہے تو اسی دنیا کی ہے یا دنیا کے بعد کی ؟نمبر چار میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ بد چلن قوم زمین کی وارث نہیں رہتی جب اس کی بد چلنی کا پیمانہ ایک خاص انداز تک پہنچتا ہے تو بد چلن قوم اس نعمت سے محروم کر دی جاتی ہے اور اس کی جگہ نیک چلن قوم لیتی ہے اور یہاں پر بد چلنی اور نیک چلنی کا کیا مطلب ہے ؟نمبر پانچ میں فرعون اور فرعون کی قوم کی اپنی سر کشی کے باعث حکومت سے محرومی اور بنی اسرائیل کا جو اس وقت کمزور تھے اپنی نیک چلنی کی وجہ سے اس زمین میں اسی جگہ پر آنے کا تذکرہ ہے ؟نمبر چھ میں ایک نالائق قوم کو مٹا کر ایک لائق قوم کے ہاتھ میں حکومت کے عطیے کا ذکر ہے اب ہم لوگ ذرا سوچیں کہ جتنی باتوں کا ذکر ہے اور جس ارض کا ذکر ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کیا یہی ارض الدنیا نہیں ہے اور قوم کی لیاقت یا عدم لیاقت کے لیے تھرمامیٹر کا کام نہیں دیتا ہے ؟

مذکورہ بالا سب آیتوں کے مضامین کو مد نظر رکھیے اور اس کے بعد ایک آیت کو اور ملاحظہ کیجئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ) (الانبیاء:105) (اور بلاشبہ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ارض کا وارث صالحون کو بناتے ہیں۔ یہاں پر ارض سے کیا مطلب ہے اور صالحون سے منشاء خداوندی کیا ہے ؟

ایک نکتہ لطیف

مذکورہ بالا چھ آیتوں کے مضامین کو مد نظر رکھ کر اگر مطلب لیا جائے کہ الارض سے مطلب ارض الدنیا ہے، اور صالحوں سے مطلب صرف ان کی اتنی نیک نیک چلنی کہ جس سے دنیا کا انتظام حسن وخوبی کے ساتھ چلایا جاسکے بس صرف اتنا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں، اسی کے ساتھ ایک کھلا نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کے ماننے والے اس کلیہ سے مستثنٰی نہیں۔ یہاں معاملہ صرف زمین کے انتظام کا ہے زمین کے انظام کو چلانے کی صلاحیت جس وقت امت محمدی صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کے اندر ہو تو غیر ممکن ہے کہ ایک پڑوسی قوم کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ زمین کے انتظام کو چلانے کی باگ ڈور رہنے دے جو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم کو رسول مانتی ہے اور نہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا قانون مانتی ہو! کاش قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا قانون ماننے والی قوم اس بات پر غور کرتی کہ جہاں سارا قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہو زمین کی حکومت چلانے کا بھی بیان کیا ہے اور اس بات پر مسلمان غور کریں کہ جہاں تھوڑا بہت قانون خداوندی پر عمل ہو رہا ہے وہاں زمین کی وراثت کے حصول کا قانون اور حصول کے بعد اس کے قائم رکھنے کا قانون کہاں تک مسلمانوں میں رائج ہے ؟

غلط فہمی کا ازالہ

بہر کیف کلام کو طول کرنا منظور نہیں۔ ایک مقولہ مشہور ہے کہ حرکت میں برکت ہے مگر میری ناقص رائے ہے کہ ہر حرکت میں برکت نہیں ہوتی ہے بلکہ حرکت اگر صحیح ہو اور نصب العین بھی صحیح ہو، تب برکت ہوتی ہے اس کے متعلق قرآن مجید کی دو آیتیں پیش ہوتی ہیں پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا) (الاحزاب:69) **(اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی، پس اللہ نے انہیں بری کیا اس بات سے جو وہ کہتے تھے۔)** کیا یہ قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فرمایا ہے کہ تم ویسے نہ ہو جاؤ کہ جن لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دیا تھا آیا اس وقت بھی ہمارے لیے اس آیت کے اندر کوئی نصیحت ہے اور اصلاح اعمال کا ذریعہ ہے ؟

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ (لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ) (الحجرات: 11- 12) **(نہ مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کا مذاق اڑائے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر نکلیں۔ اور نہ اپنوں کو عیب لگاؤ اور نہ آپس میں برے القابات استعمال کرو، ایمان کے بعد گناہ کا تو نام ہی برا ہے۔ اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالموں میں سے ہوں گے۔ اے لوگو! کثرت گمان سے گریز کرو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور تجسس نہ کرو اور نہ تم میں سے بعض، بعض کی غیبت کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ پس تم اس سے کراہت کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم کو ہنسے نہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ ہنسنے والی قوم سے ہنسی جانے والی زیادہ بہتر ہو، اور اسی طرح عورتیں دوسری عورتوں پر نہ ہنسیں کیونکہ جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے بخوبی ممکن ہے کہ وہ ہنسنے**

Mujallah AlWaqa Karachi :Al-Waqaa.Blogspot.Com...AlWaqaMagzine.Wordpress.Com ...مجلہ الواقعۃ کراچی

والیوں سے بہتر ہوں۔ اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ ان کو برالقب نہ دو ایمان لانے کے بعد ایسی حرکت کرنا فسق ہے اور جو شخص کہ توبہ نہ کرے تو اس کا شمار ظالموں میں ہے اے ایمان والو بہیترے گمان سے بچا کرو کیونکہ گمان گناہ کے درجے کی چیز ہے، اور تجسس میں نہ لگے رہا کرو اور کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہا کرو وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ اخیر دونوں آیتوں کے مضامین ایک خوش چلن قوم، صلاحیت رکھنے والی قوم چڑھنے والی قوم اور ہر قسم کے فوز عظیم کو حاصل کرنے والی قوم کے لیے ضروری نہیں ہیں؟ آخر کلام یہ ہے کہ (

اَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ) (البقرۃ: 85) **(کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟)**

خاتمۂ سخن

یہ ایک مختصر گزارش ہے جو ہم آپ لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اس کے مضامین کو واضح کرنے کے لیے اور طوالت بھی کی جاسکتی ہے، مگر اس وقت اسی پر بس کرتے ہیں یار زندہ صحبت باقی

Mujallah AlWaqia Karachi :::Al-Waqia.Blogspot.Com:::AlWaqiaMagzine.Wordpress.Com ::: مجلہ الواقعۃ کراچی